مترجمہ
حکیم سید علی احمد نیر واسطی

ابوبکر محمد بن زکریا رازی

ابوبکر محمد بن زکریا رازی مسلمان اطباء میں غالباً سب سے زیادہ جلیل القدر اور جدت پسند طبیب تھا، اور بحیثیت مصنف سب سے زیادہ ذاتی معلومات سے لبریز اور پُراز منافع کتب کا مصنف تھا۔ ابوبکر محمد بن زکریا کا وطن رے تھا۔ اور اسی لئے اس کو عربی میں رازی اور قرونِ وسطیٰ کی لاطینی زبان میں ریزز (RHAZES) لکھا جاتا ہے۔ رے۔ ایران کے موجودہ پایۂ تخت طہران سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے) اور یہ رے قدیم ترین ایرانی شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ جس کو ژند اوستا میں تین قبیلوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ یہ ان مقدس مقامات میں سے بارھواں ہے جن کو ہرمزد نے پیدا کیا تھا۔[1]

رازی کو ابتدائی عمر میں موسیقی سے خاص شغف تھا۔ اور وہ عود بجانے میں بڑا ماہر تھا۔ بعد کو اس نے فلسفہ کا مطالعہ شروع کیا۔ لیکن قاضی صاعد کی رائے ہے۔ کہ وہ علم مابعد الطبیعات کو بغور و تعمق نظر نہیں سمجھ سکا۔ اور نہ وہ فلسفہ کا صحیح مقصد معلوم کر سکا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس علم میں رازی کا فیصلہ خام ہے اور اس نے غلط اور غیر محفوظ اصول اختیار کئے ہیں۔ اور قابلِ اعتراض یعنی خلاف مذہب معلومات کی حمایت کی ہے اور ان لوگوں پر نکتہ چینی کی ہے۔ جن کو وہ نہیں سمجھ سکا اور جن کے طریقوں[2] کا اس نے اتباع نہیں کیا۔

ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رازی علمی خصوصیات میں شیخ بوعلی سینا (جس کے متعلق ہم آگے چل کر لکھیں گے) کے عین مقابل اور برعکس تھا۔ چنانچہ بوعلی سینا بہ نسبت طبیب ہونے کے فلسفی زیادہ اچھا ہے۔ لیکن رازی بہ نسبت فلسفی ہونے کے طبیب زیادہ اچھا ہے۔

ابن ابی اصیبعہ کے بیان کے مطابق رازی نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اپنے وطن ایران میں بسر کیا۔ جہاں اس کا بھائی اور دیگر اقربا رہتے تھے۔ جب وہ سنِ شباب کو پہنچا تو دل میں علم طب کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا۔ شوق کا سبب یہ تھا کہ رازی کو ہسپتال بار بار جانے اور ایک بوڑھے دوا ساز یا دوا فروش سے گفتگو کرنے کا موقع ملا جو وہاں کام کرتا تھا۔ بعد میں رازی نے طب میں اتنی مہارت حاصل کی کہ رے کے بیمارستان کا افسر الاطباء[3] بن گیا۔

رازی ہسپتال کی باقاعدہ طبی خدمات انجام دیتا تھا۔ اور اپنے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں سے گھرا رہتا تھا۔ ہر بیمار جو ہسپتال میں پہنچتا تھا پہلے آخر الذکر اس کا طبی معائنہ کرتے تھے۔ جن کو کلینیکل کلرک کہنا چاہیئے۔ اور اگر مرض بہت عسیر الفہم ثابت ہوتا اور وہ اس کو نہ سمجھتے تو مریض کو ثانی الذکر اطبا یعنی رازی کے بلاواسطہ شاگرد دیکھتے تھے اور اگر وہ بھی مرض کو سمجھنے سے قاصر رہتے تو مریض کو اوّل الذکر یعنی رازی کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔

---

[1] ملاحظہ ہو وندیداد جلد دوم صفحہ ۱۶۔ مؤلف۔ [2] ملاحظہ ہو طبقات الاطباء جلد اوّل صفحہ ۳۱۰ مؤلف۔ [3] صفحہ ۲۷۳ پر۔ مترجم)

اس کے بعد رازی بغداد کے عظیم الشان ہسپتال کا افسر الاطبا مقرر ہوا۔ جس کی بنیاد اس کے مشورہ سے رکھی گئی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب رازی سے کہا گیا کہ وہ ہسپتال کی عمارت کے لئے کوئی موزوں تر مقام انتخاب کرے تو اس نے شہر کے مختلف محلوں میں گوشت کے ٹکڑے لٹکوا دیئے اور وہ مقام تعمیر بیمارستان کے لئے پسند کیا۔ جہاں ان گوشت کے ٹکڑوں میں تعفن اور فساد کی علامات تمام مقامات سے نسبتاً زیادہ دیر میں نمودار ہوئیں ۔

قیام ایران کے زمانہ میں رازی کو منصور بن اسحٰق فرمانروائے خراسان کی دوستی اور سرپرستی کا شرف حاصل ہوا اور منصور کے لئے اس نے کتاب منصوری تالیف کی۔ جس کو لاطینی میں لبر المنصوریس (LiBER AlMANSORIS) کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔

رازی کی زندگی کی تاریخ بہت مشتبہ ہے۔ چنانچہ ۹۰۳ء سے لے کر ۹۲۳ء تک اس کی وفات کی مختلف تاریخیں بیان کی گئی ہیں [1]۔ اور اس پر لطف یہ ہے کہ بعض سوانح نگاروں [2] نے بیان کیا ہے کہ رازی دیلمی خاندان کے فرمانروا عضد الدولہ کے ساتھ وابستہ تھا۔ جس نے اپنی سلطنت کے آخری ایام میں وہ بیمارستان عضدی قائم کرایا جسکے محل وقوع کا انتخاب رازی نے طریق مذکور سے کیا تھا۔

رازی کے اکثر سوانح نگاروں نے بیان کیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے آخری حصہ میں نزول الماء (موتیا بند) کی وجہ سے نابینا ہو گیا تھا اور اس نے اپریشن کرانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ میں اس دنیا کو اب زیادہ عرصہ تک دیکھنا نہیں چاہتا مجھے اس نے مایوس کیا ہے ۔ اور میرے ساتھ دغا کی ہے ۔

رازی کی بصارت کے زوال کا بالواسطہ سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ علم کیمیا سے بہت زیادہ شغف رکھتا تھا چنانچہ قفطی اور ابن ابی اصیبعہ نے اس کی کتاب کی تصانیف کی جو فہرست دی ہے۔ اس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ رازی نے علم کیمیا پر بارہ رسالے لکھے ہیں ۔

ان میں سے ایک رسالہ اس نے کسی رئیس کے نام کے ساتھ معنون کر کے اس کی خدمت میں پیش کیا۔ رئیس نے گرانقدر انعام دیا۔ لیکن جب رئیس نے رازی کو حکم دیا کہ وہ اپنے بیان کردہ علم سے سونا بنا کر دکھائے تو رازی نے مختلف عذرات پیش کر کے امتحان سے پیچھا چھڑانا چاہا۔ اس پر رئیس کو طیش آگیا۔ اور اس نے رازی کو محض ایک فریب کار سمجھ کر اس کے سر پر ایک ایسی ضرب لگائی جس کی وجہ سے وہ نابینا ہو گیا ۔

دیگر مصنفین کا بیان ہے کہ رازی سونا بنانے میں ناکام رہا تو رئیس نے خفیہ طور پر اس کو پھانسی دلوا دی اور دوسرے سوانح نگار زوال بصارت کا سبب یہ لکھتے ہیں ۔ کہ رازی باقلا کی پھلیاں زیادہ کھایا کرتا تھا جن کا وہ بہت مشتاق تھا۔ اس لئے نابینا ہو گیا ۔

---

[1] ملاحظہ ہو طبقات الاطباء جلد اوّل صفحہ ۳۱۴ ۔ مؤلف ۔ [2] ملاحظہ ہو ایضاً صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۰ لیکن اس سلسلے میں ابن ابی اصیبعہ اپنی یہ صحیح رائے بھی بیان کرتا ہے۔ کہ رازی عضد الدولہ سے پہلے تھا۔ اور وہ ہسپتال جس سے رازی کا تعلق ہوا بعد میں بیمارستان عضدی کے نام سے موسوم ہوا ہے ۔ مؤلف ۔

مختصر یہ کہ رازی کے سوانح نگار اس سے مختصر حالات کو مفصل بنانے کے لئے ہمارے سامنے عجیب و غریب افسانے بیان کرتے ہیں۔ جس طرح قرونِ وسطیٰ میں یورپ میں فلسفۂ طبیعات کے علما اور ماہرین کی نسبت غیر معمولی و دُور از کار داستانیں مشہور کی جایا کرتی تھیں۔ جب وہاں سائنس کا ایک طالب العلم بوڑھا ہو جاتا تھا اور اس پر جادوگر ہونے کا شبہ کیا جاتا تھا۔

جب ہم رازی کی تصانیف کی فہرست کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو وہ ہم کو صحیح معلوم ہوتی ہے اور اس میں شک و شبہ کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اس فہرست کو تینؔ قابلِ اعتماد سوانح نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ اور خود رازی کے حوالوں اور بیانوں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

فہرست میں جو ہماری قدیم ترین کتاب ہے رازی کی ایک سو تیرہ بڑی اور اٹھائیس چھوٹی تصانیف اور دو نظموں کا ذکر ہے اکثر کتابیں مفقود ہو گئی ہیں لیکن جو باقی ہیں اس سے ہم رازی کے علم و فضل کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگرچہ تصانیف رازی کے قلمی نسخوں کے علاوہ ہماری رسائی اس کی صرف چند کتابوں ہی تک ہو سکتی ہے۔

رازی کی کثیر التعداد تالیفات میں سے جن کا یورپ میں بہت زیادہ خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اس کا مشہور ترین رسالہ کتاب الجدری والحصبہ ہے۔ جس کو اصل عربی متن اور لاطینی ترجمہ کے ساتھ سب سے پہلے لندن میں ۱۷۶۶ء میں چیننگ نے شائع کیا اور اس سے پہلے ۱۵۶۵ء میں وینس میں اس کا لاطینی میں ترجمہ شائع ہو چکا تھا۔ بعد کو انگریزی میں اس کا ترجمہ گرین ہل نے کیا۔ جو سیڈنہم سوسائٹی کے زیرِ اہتمام ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا۔

یہ رسالہ ابتداءً یورپ میں ڈی پیسٹے (DE PESTE) یا ڈی پیسٹی لینشیا (DE PESTELENTIA) کے نام سے مشہور تھا۔ اور نیوبرگر اس کی نسبت یوں رقم طراز ہے[۱]:-

"یہ ایک صداقت ہے کہ یہ رسالہ آج ہر ایک ہاتھ میں عربوں کے طبی لٹریچر کے ایک زیور کی حیثیت سے دیکھا گیا ہے۔ اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے بہت بڑا درجہ رکھتا ہے"۔

پھر اس کے بعد نیوبرگر آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

"وبائی امراض کی تاریخ میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور ہم کو بتاتی ہے کہ رازی ایک بڑا روشن ضمیر اور ذی ہوش طبیب تھا۔ وہ بقراط کے نقوشِ قدم پر چلتا تھا اور خود رائی اور ہٹ دھرمی کے احساسات و تاثرات سے پاک تھا"۔

رازی کا ایک رسالہ گردہ اور مثانہ کی پتھری کے متعلق ہے۔ جس کو عربی متن اور فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ ڈاکٹر پی۔ ڈی کیننگ نے لیڈن میں ۱۸۹۶ء میں شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر پی۔ ڈی کیننگ نے رازی کی کتاب حاوی کے اس حصہ کو بھی جو علم تشریح سے متعلق ہے۔ علی بن عباس مجوسی کی کتاب

---

[۱] ملاحظہ ہو۔ ارنسٹ پی۔ لے فیرز ٹرانسلیشن جلد اوّل صفحہ ۲۶۲۔ مؤلف۔

الملکی اور بوعلی سینا کی کتاب قانون کے علم تشریح سے متعلق حصوں کے ساتھ ایک جگہ مع اصل متن عربی کے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرکے شائع کیا ہے - رازی کے دوسرے رسالوں کے جرمن ترجمہ کے لئے ہم سیٹن شٹینڈر کے رہین منت ہیں - ان میں سے وہ رسالہ بہت دلچسپ ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ بسا اوقات نیم حکیم اور عطائی معالج اور ہردلعزیزی حاصل کر لیتے ہیں - جو مستند اور لائق اطبا کو میسر نہیں ہوتی[1] -

ان کے علاوہ رازی کے دیگر غیر مطبوعہ رسالے بھی یورپ اور ایشیا کی مختلف لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں چنانچہ حال ہی میں ایک قلمی نسخہ کیمبرج یونیورسٹی کی لائبریری نے خریدا ہے جو مختلف رسالوں پر مشتمل ہے - ان میں سے ایک رسالہ وجع[2] المفاصل اور ایک دوسرا قولنج پر[3] ہے - ان رسالوں کا ذکر قفطی نے بھی کیا ہے -

رازی نے کثیر التعداد طبی رسالوں کے علاوہ طب عمومی پر جو مبسوط کتابیں لکھی ہیں - ان کی تعداد تقریباً نصف درجن ہے ان میں ایک کتاب جامع ہے - دوسری کافی - تیسری مدخل صغیر - چوتھی مدخل کبیر - اور پانچویں ملوکی ہے - جو رازی نے فرمانروائے طبرستان کے لئے لکھی تھی - اور چھٹی فاخر ہے لیکن فاخر کی نسبت یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے - کہ اس کا مصنف رازی ہی ہے اور ساتویں منصوری ہے - جس کو لاطینی مترجمین لبر المنصورس (LIBER AIMANSOVIS) کہتے ہیں اس کا لاطینی ترجمہ ۱۴۸۹ء میں شائع ہوا ہے -

رازی کی مبسوط کتابوں میں آٹھویں کتاب حاوی ہے - جس کا لاطینی ترجمہ ۱۴۸۶ء میں بریشیا میں اور پھر ۱۵۴۲ء میں وینس میں شائع ہوا ہے - یہ ترجمہ بہت نادر ہے اور اس کا صرف ایک نسخہ کنگز کالج کے کتب خانہ میں موجود[4] ہے -

میں یہاں صرف حاوی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں - کیونکہ یہ کتاب رازی کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم ہے - بدقسمتی سے حاوی کا مطالعہ بہت سی خاص مشکلات کو شامل ہے - کیونکہ کبھی اس کا عربی متن شائع نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی مکمل نسخہ موجود ہے اور جہاں تک میری موجودہ معلومات کا تعلق ہے میں خیال کرتا ہوں کہ اس عظیم الشان تصنیف کا نصف حصہ بھی آج دنیا میں موجود نہیں -

علاوہ ازیں حاوی کی جو جلدیں محفوظ ہیں - وہ بھی جا بجا دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں - یعنی تین جلدیں برطانوی عجائب خانہ (برٹش میوزیم) میں ہیں - تین بوڈلین لائبریری میں - چار یا پانچ اسکوریل لائبریری میں - چند جلدیں میونک اور پیٹرزبرگ کے کتب خانوں میں اور چند تلخیصات برلن میں ہیں -

مزید برآں حاوی کی جلدوں کی تعداد اور ان کے مباحث کے متعلق بھی اختلاف موجود ہے - چنانچہ کتاب الفہرست میں اس کی صرف بارہ جلدیں بتائی گئی ہیں[5] - لیکن اس کا لاطینی ترجمہ پچیس جلدوں پر محتوی ہے - اور پھر مباحث و ترتیب کے لحاظ سے اس کتاب کی مختلف جلدوں کے درمیان کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی -

---

[1] ملاحظہ ہو - VIRCHOW'S ARCHIV صفحہ ۵۷۰ و ۵۸۹ - مؤلف - [2] ایف ایف ۱۱۰ - ۱۴۲ مؤلف - [3] ایف ۴۸ - ۴۲ - مؤلف - [4] اس کا کلاس مارک 2.4.7 ہے - [5] ملاحظہ ہو کتاب الفہرست صفحہ ۳۰۰ - مؤلف -

اس غلط مبحث کا سبب کچھ تو یہ ہے کہ حاوی یقیناً ایک ایسی کتاب ہے۔ جو مصنف کی وفات کے بعد عالم وجود میں آئی کیونکہ حاوی کی تکمیل رازی کی وفات کے بعد تلامذہ نے ان ناتمام یادداشتوں اور کاغذات سے کی ہے جن کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ تسلسل خیال اور حسن بیان پیدا نہیں ہو سکتا جس کو صرف مصنف ہی پیدا کر سکتا تھا۔ اور کچھ یہ سبب معلوم ہوتا ہے۔ کہ حقیقتاً بعض اوقات حاوی کا نام رازی کی دوسری ضخیم کتب پر بھی بولا جاتا ہے۔

پھر اس سلسلے میں ایک قابل غور امر یہ بھی ہے۔ کہ حاوی کا حجم بہت بڑا اور حد سے زیادہ تھا اور اس میں تفصیلات کا ایک انبار جمع تھا۔ اس لئے بہت بڑے جفاکش کاتب بھی اس کو نقل کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ اور اس تک صرف بڑے دولتمند ارباب فن اور مورخین ہی کی رسائی ہو سکتی تھی۔ اسی علی بن عباس مجوسی لکھتا ہے۔ کہ اس زمانے میں جہاں تک مجھے علم ہے۔ حاوی کے صرف دو مکمل نسخے ہیں (علی بن عباس مجوسی کا حال میں پھر کسی وقت بیان کروں گا۔ اس نے اپنی کتاب الملکی رازی کے انتقال سے صرف پچاس یا ساٹھ سال بعد لکھی ہے۔

حاوی کا یہ لاطینی نسخہ جو آج موجود ہے کسی اصل عربی نسخہ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور وہ اصل عربی نسخہ اب موجود ہے یا نہیں۔ اور اگر موجود ہے تو کہاں؟ بدقسمتی سے ان سوالوں کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ کیونکہ قرون وسطیٰ کے مترجمین اس قسم کی تفاصیل کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔

ان مشکلات کے پیش نظر جو کچھ میں کر سکا ہوں۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ میں نے حاوی کی ان چھ جلدوں کا سرسری طور پر مطالعہ کر لیا ہے جو برطانوی عجائب خانہ (برٹش میوزیم) اور بوڈلین لائبریری میں موجود ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ دلچسپ بوڈلین لائبریری کی وہ جلد ہے۔ جس کا لائبریری نمبر ۱۵۶ ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کے وہ بعض حصص بہت ہی دلچسپ ہیں جن کے فوٹو ڈاکٹر کاؤلے اور پروفیسر مارگولیتھ کی مہربانی کی بدولت میں نے حاصل کر لئے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ رازی تشخیص عملی کے لحاظ سے اپنے تمام اقران و اماثل سے افضل و برتر تھا۔ اور چونکہ قدیم عرب اطباء کے متروک علم وظائف الاعضاء اور علم امراض اور ان کے پرانے اور فرسودہ علم تشریح کے مقابلہ میں انکی تشخیصی یادداشتیں اور تحریریں بہت زیادہ دلچسپ اور اہم ہیں۔ اس لئے رازی کی تصانیف اور بالخصوص اس کی کتاب حاوی کا مطالعہ علم علاج وعلم الادویہ میں عربی طب کے محقق کے لئے غالباً بہت نفع بخش ہے۔

رازی کی بعض مشہور اور معرکہ آرا تشخیصات کے حالات، حکایات وقصص کی کتب میں مندرج ہیں۔ چنانچہ عربی تالیف کتاب الفرج بعد الشدۃ میں جس کو تنوخی (المتوفی سنہ ۹۹۴ء) نے لکھا ہے۔ اور فارسی کتاب چہار مقالہ میں جس کو نظامی عروضی سمرقندی نے تقریباً سنہ ۱۱۵۵ء میں تحریر کیا ہے۔ رازی کے تشخیصی افسانے مسطور ہیں اور اس سلسلہ میں ابن ابی اصیبعہ نے اپنی کتاب طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ رازی کے متعلق ایسے بہت سے بیانات اور چشم دید واقعات لکھے گئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے علم و دانش سے فن طب میں کس قدر کمال حاصل کیا اور [illegible] کو تندرست کرنے کیلئے کیسے بہتر طریقے اختیار کئے تھے۔